# حالی کا اثر اقبال پر

## بیگم شائستہ اکرام اللہ

اقبال کے کلام سے ہمارے زمانہ کے لوگوں کی ذہنیت بے حد متاثر ہوئی۔ بلکہ بغیر مبالغہ کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اقبال کے کلام نے ہمارے ذہنوں سے غلامی کے زنگ کو دور نہیں کیا ہوتا تو پاکستان بن ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن اقبال خود کس حد تک حالی کے کلام سے متاثر ہوئے' اس پر عام طور پر کوء یتوجہ نہیں کی جاتی ہے۔ اور خود حالی کے کلام سے بھی موجودہ نسل بہت کم واقف ہے۔ یہ بہت ہی افسوس ناک بات ہے۔ کیونکہ حالی کے کلام کا اپنے زمانہ میں مسلمانوں کو ان کی پستی کا احساس دلانے اور ان کو بیدار کرنے میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا اقبال کے کلام کا بعد میں بلکہ میں تو اس حد تک کہنے کی جرات کروں گی کہ قوم کے احساس خودی اور انانیت کو بیدار کرنے میں تین شاعروں کے کلام کا حصہ ہے' جس میں اقبال سب سے آخر اور سب سے موثر شاعر ہیں لیکن اگر ان سے پہلے دو اور شاعروں نے مسلمانان ہند کے دماغی زنگ کو چھڑانے کی کوشش کی ابتدا نہیں کی ہوتی تو اقبال کو اپنی کوشش میں اتنی کامیابی نہ ہوتی۔

شاید حاضرین میں سے بعض کو تعجب ہو کہ جس شاعر کو میں مسلمانوں کی انانیت کو بیدار کرنے کا پہلا شاعر کہوں گی وہ اکبر الہ آبادی ہیں۔ اکبر کو عام طور پر مزاحیہ شاعر سمجھا جاتا ہے۔ اس لیےن کے کلام کو اس نقطہ نگاہ سے پڑھا نہیں جاتا۔ لیکن اکبر نے ہنسی ہنسی کے پردے میں بڑے کام کی باتیں کی ہیں اور اکثر اوقات ان کی

ہنسی زہر خند ہے۔ وہ ہنسی کی آڑ میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ انہوں نے انگریزوں سے خائف انگریزوں کے اندھا دھند مقلد مسلمانوں کو پہلی بار انگریزوں پر ہنسنا سکھایا۔ کوا چلا ہنس کی چال' اپنی بھی بھولا۔ کے رویہ کے مضحکہ خیز پہلو کو اجاگر کیا۔ یہ نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب ہم کسی پر ہنس سکتے ہیں تو اس کا رعب ہمارے دلوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔ اس لیے میں اکبر کو پہلا قومی شاعر کہوں گی۔ ان کے کلام کے اقتباس سے یہ ثابت کرنے کو ایک جداگانہ مضمون درکار ہے۔ کیونکہ اس مضمون کا نام حالی کا اثر اقبال پر لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ سر عبدالقادر مرحوم نے ''بانگ درا'' کے دیباچہ میں اس کا ذکر بھی کیا ہے کہ اقبال کی حالی اور اکبر سے خط و کتابت تھی۔ یقین ہے ک ان کے کلام سے بھی واقفیت ہو گی۔ اور جب کہ عوام بھی ان دو شاعروں کے کلام سے متاثر ہوتے تو اقبال کی حساس طبیعت نے ضرور ان کے کلام کا گہرا اثر قبول کیا ہو گا۔

---

☆ یہ مقالہ یوم اقبال کے موقع پر اقبال اکادمی کے زیر اہتمام پڑھا گیا۔

---

حالی نے اپنا مسدس ۱۲۹۶ھ.....۱۸۷۲ء میں لکھا یعنی اب سے پورے سو سال پہلے۔ اقبال نے پہلے پہل اپنا کلام ۱۹۰۱ء میں سنانا شروع کیا۔ یعنی اب سے ۷۲ سال پہلے۔ حالی کے مسدس کے تقریباً ۲۲ سال بعد جس کا مطلب ہے حالی کا کلام اقبال نے عنفوان شباب میں پڑھا ہو گا۔ کیونکہ حالی کا کلام اواخر ۱۹

ویں صدی میں اسی طرح زبان زد خاص و عام تھا جیسے اقبال کا ۲۰ ویں صدی کے اوائل سے لے کر وسط تک۔ حالی کے کلام نے اس نسل کے ذہنوں کی تشکیل کی جنہوں نے اور جن کی اولاد نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا۔ مسدس حالی جس کا نام مدو جذر اسلام ہ کے اشعار اور شکوہ اور جواب شکوہ کے اشعار میں بڑی مناسبت پائی جاتی ہے۔

حالی نے ظہور اسلام سے پہلے دنیا کی حالت کا نقشہ کھینچا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ انسانیت کفر و معصیت کے گڑھے میں گری ہوئی تھی۔

لگائی تھی ایک اک نے لو ماسوا سے
پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا
کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا

کرشموں کے راہب کا تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن تھا قید کوئی

اسلام نے ہی اس کفر و ضلالت کو دور کیا۔ مسلمان ہی اس پیام حق کے علمبردار ہوئے۔ حالی کو ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:

زمانے میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں
پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں

ہوئی آتش افسردہ آتش کدوں میں
لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں

ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر
جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر

کیا امیوں نے جہاں میں اجالا
ہوا جس سے اسلام کا بول بالا

بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا
ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا

لیے علم و فن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے

ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے

اقبال اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہیں:

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر

خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی ترا نام
قوت بازوئے مسلم نے کیا تیرا کام

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی ' تورانی بھی
اہل چیں' چین میں ایران میں ساسانی بھی

اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے
شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے
کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے

خیالات ہی نہیں الفاظ بھی قریب قریب ایک سے ہیں۔

حالی کہتے ہیں:

ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر
جمے ایک جا سارے دنگ بچھڑ کر

اقبال کہتے ہیں:

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے

اور پھر آگے چل کر:

تیرے کعبہ کو جبینوں سے بسایا ہم نے
تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

پھر عروج کے بعد زوال کا نقشہ بھی دونوں ایک ہی طرح سے کھینچتے ہیں۔ ملاحظہ ہو حالی کہتے ہیں:

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے
کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے

لگا نام آبا کو ہم سے گہن ہے
ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے

بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

اقبال اس طرح نوحہ کناں ہیں:

جس کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو

نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو

بجلیاں جس میں ہوں آسودہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو

ہونکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

چاردانگ عالم میں مسلمانوں کے عروج کے نشان پائے جاتے ہیں۔اس کی تصویر بھی حالی اور اقبال دونوں کے یہاں یکساں ملتی ہے۔

حالی کہتے ہیں:

جہاں کو ہے یاد ان کی رفتار اب تک
کہ نقش قدم ہیں نمودار اب تک

ملایا میں ہیں ان کے آثار اب تک
انہیں رو رہا ہے ملیبار اب تک

ہمالہ کو ہیں واقعات ان کے ازبر
نشان ان کے باقی ہیں جبرالٹر پر

............

تمام ان کا چھانا ہوا بحر و بر تھا
جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

............

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے

حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
خلافت کو زیر و زبر جا کے دیکھے

............

نصیب ان کا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ ان کو روتا

اقبال اس مضمون کو اس طرح ادا کرتے ہیں اور مسلمانوں کی شہریاری کی تصویر ان لفظوں میں کھینچتے ہیں:

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے؟
قصر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟
کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو؟

حالی اور اقبال میں فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ حالی کے کلام میں یاس کا عنصر زیادہ ہے۔ اور اقبال کا کلام سراسر آس ہے۔ امید' یقین محکم' کوشش پیہم کی دعوت ہے' آواز جرس ہے' بانگ درا ہے۔ حالی بصد یاس و حسرت بارگاہ رسالت میں گریہ کناں ہیں اور کہتے ہیں:

اے چشمہ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

............

کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آ کے گھرا ہے

............

امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے اک ان میں سوا ہے

عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

لیکن اقبال مسلمان قوم سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو' زباں تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

یہی چیز ہے جو اقبال کو نہ صرف حالی بلکہ اُردو کے تمام شعراء سے ممتاز کرتی ہے ۔نہ صرف یہ بلکہ ان کا طرز فکر کہ

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

اقبال کو مشرق کے سارے شاعروں سے ایک جداگانہ مقام دیتا ہے۔مشرق کے شاعروں کا فلسفہ حیات اب تک قناعت کا درس دیتا ہے۔گناہوں کی پاداش سمجھ کر اپنی حالت پر صبر سکھاتا ہے۔اقبال ان سے بالکل الگ ایک اور وہی طرز فکر کا موجد ہے۔وہ خودی کا قائل ہے۔وہ انسانی انائیت اور اس کے وقار حیات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔وہ اس کو اس طرح یقین دلانا چاہتا ہے کہ

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

اور اقبال اس میں کامیاب ہوئے۔امید کی کرن دلوں میں روشن ہوئی۔یاس وحسرت کی جگہ عزم واستقلال نے لی۔اقبال کے خواب کے مرد مومن کی تعبیر قائد

اعظم کی شکل میں پوری ہوئی جن پر اقبال کے یہ اشعار صادق آتے تھے:

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہو تو بنتا ہے مسلمان
ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

لیکن ابھی ہماری قسمت کا آفتاب پوری آب وتاب سے طلوع ہو کر مہر نیم روز نہیں بن پایا تھا کہ گہن میں آ گیا۔ ہماری قوم کی کشتی پھر بھنور میں پڑ گئی اور ڈگمگانے لگی ۔ یہ اس لیے ہوا اور اس وجہ سے ہوا کہ جن عیوب اور کمزوروں پر حالی نے ہماری توجہ منعطف کرائی تھی ان سے ہم نے چشم پوشی اختیار کی ان سے بے خبر ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے ہمیں پھر آ دبایا اور اس کا انجام وہ ہوا جو وہ دیکھ رہے ہیں ۔ ہماری قوم اور معاشرت کی جو تصویر حالی نے ۱۰۰ سال پیشتر کھینچی تھی ۔ وہ آج بھی صحیح ہے ۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ حالی کو پھر سے پڑھیں اور پڑھائیں ۔ اور اس پر غور کریں ۔ حالی نے خود اپنے کلام کے بارے میں کہا تھا کہ یہ آئینہ ہے جس میں قوم اپنے عیوب دیکھے ۔ جب قوم اپنے عیوب سے آگاہ ہو جائے گی تو ناامید ہونے کے بجائے اقبال کے کلام کا سہارا لے کر پھر میدان عمل میں اتر آئے گی ۔ شرط یہ ہے کہ ملت یہ یاد رکھے کہ

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں